ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

☆فضیلت حسین

# علامہ اقبال کی تصنیف جاوید نامہ کا مطالعہ: میتھوپیا کے تناظر میں

## A Study of Allama Iqbal's Javid Nama in the Context of Mythopoeia

**Abstract**: This paper explores Javid Nama in the light of the theory of Mythopoeia, particularly as developed by J. R. R. Tolkien. The study examines Mythopoeia as a creative act through which writers construct alternative mythic worlds with symbolic, spiritual, and intellectual dimensions. It highlights the theoretical background of Mythopoeia and its role in literary creation. The paper argues that Allama Muhammad Iqbal, through Javid Nama, creates a parallel mythological cosmos by combining Islamic, philosophical, and mystical traditions into a unified imaginative structure. The geography, spiritual journey, and classical characters of the text reflect the essential features of a mythopoeic world. The study further demonstrates that Javid Nama can be understood as a creative and symbolic cosmos that expands the scope of mythopoeic criticism in Urdu literature.

**Keywords:** Parallel Mythological Cosmos, Sub-Creator, Mythopoeic Space,

Fantasy, celestial Characters.

متھوپیا(Mythopoeia) اگرچہ اردو دان طبقہ کے لیے نئی اصطلاح تو نہیں ہے تاہم اس کا استعمال کم ضرور ہے ۔ شاید کچھ لوگ متھوپیا کو Myth کا متبادل سمجھیں لیکن ایسا نہیں ہے لہذا پہلے تو یہ وضاحت ضروری ہے کہ متھ myth اور Mythopoeia کا بنیادی فرق کیا ہے۔ متھ دراصل وہ روایتی ، اجتماعی اور تاریخی بیانیے ہوتے ہیں۔ جو کسی تہذیب ، قوم یا مذہب کے اندر صدیوں کے دوران خودبخود پیدا ہوتے ہیں یا تشکیل پاتے ہیں ، جن میں کائنات، انسان اور مابعد الطبیعی حقائق کی علامتی تعبیر موجود ہوتی ہے جب کہ متھوپیا ایک شعوری اور تخلیقی عمل ہے جس کے ذریعے کوئی ادیب یا شاعر خود نئی اساطیری دنیا تخلیق کرتا ہے اوراس کی وضع کردہ دنیا میں ایک مکمل جغرافیہ، زبان ، ماحول اور کردارایک ساتھ موجود ہوتے ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں متھ ایک ورثہ ہے جو ثقافتی اور مذہبی شعور سے ابھرتا ہے۔ متھوپیا ایک تخلیقی عمل Creative act ہے جس میں مصنف اپنی فکری اور جمالیاتی بصیرت کے تحت ایک نیا اساطیری نظام وضع کرتا ہے ۔ یوں متھ زیادہ تر غیر شخصی اور اجتماعی ہوتا ہے جبکہ متھوپیا تخلیق کار کی شعوری اور انفرادی کاوش کا نتیجہ ہوتا ہے جس میں وہ صرف موجودہ اساطیر کو بیان نہیں کرتا

☆پی ایچ ڈی اسکالر نمل، اسلام آباد، اسسٹنٹ پروفیسر اردو، آئی ایم سی جی، جی۔۱۰ ، اسلام آباد Email:fazilathussain82@gmail.com

بلکہ خود ایک نئی اساطیری کائنات کی بنیاد رکھتا ہے۔

متھوپیا کا نظریاتی پس منظر دراصل اس وسیع فکری روایت سے جڑا ہوا ہے جس میں انسان نے ہمیشہ اساطیر کو محض کہانی نہیں بلکہ کائناتی اور روحانی سچائیوں کی علامتی زبان سمجھا ہے ۔ قدیم یونانی فلسفے میں Logos اور Mythos کی تقسیم کے باوجود اساطیر کو انسانی شعور کی بنیادی تعبیر مانا جاتا ہے تاہم جدید دور میں رومانوی تحریک نے اس کو نئی زندگی دی ۔ جہاں تخیل کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ سمجھا گیا ۔ اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے J. R. R. Tolkin جے آر آر ٹولکین نے متھوپیا کو باقاعدہ ایک تخلیقی نظریے کی صورت دی ۔ جس کے مطابق انسان "ثانوی خالق (sub creator) ہے۔ جو خدا کی تخلیق کے اندر اپنی ایک نئی اساطیری دنیا تشکیل دیتا ہے۔

ٹولکن کے اس نظریے پر سی ایس لوئس C.S. Lewis کے ساتھ ان کا مکالمہ بھی اثر انداز ہوا ۔ یہ مکالمہ دراصل بیسویں صدی کے ادبی اور فکری مباحث میں نہایت اہم واقعہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسی مکالمے نے متھوپیا کو باقاعدہ نظریاتی بنیاد فراہم کی ۔ یہ مکالمہ ۱۹۳۱ میں آکسفورڈ میں ایک طویل سیر کے دوران ہوا ۔ اس وقت CS Lewis اساطیر کو خوبصورت مگر محض جھوٹی کہانیاں سمجھتے تھے وہ یہ تو مانتے تھے کہ یہ تخیل کی پیداوار ہیں مگر انہیں حقیقی سچائی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس ٹولکن کا موقف یہ ہے کہ اساطیر جھوٹی نہیں ہوتیں بلکہ وہ کائناتی حقائق کی علامتی اور تخیلی تعبیر ہوتی ہیں۔ ٹولکن نے لوئس کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ انسان جب اساطیر تخلیق کرتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں گھڑرہا ہوتا بلکہ ایک اعلیٰ سچائی کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے۔

The heart of man is not compound of lies.
but draws some wisdom from the only wise
and still recalls him
Though now long estranged,
Man is not wholly lost nor wholly changed.
Disgraced he may be, yet is not dethroned,
and keeps the rags of lordship one he owned,
his world-dominion by creative act:
not his worship the great Artefact.
man, sub-creator, the refracted light
through whom is splintered from a single White
to many hues, and endless combined. (1)

[ترجمہ:انسان کا دل جھوٹ کا مرکب نہیں ہے۔ لیکن صرف عقلمند سے کچھ حکمت حاصل کرتا ہے اور اب بھی اسے یاد کرتا ہے اگرچہ اب طویل

عرصے سے اجنبی ہے۔انسان مکمل طور پر کھویا نہیں ہے اور نہ ہی مکمل طور پر بدلا ہے۔وہ ذلیل ہو سکتا ہے پھر بھی معزول نہیں ہوا اور مالکیت کے چیتھڑوں کو اپنے پاس رکھتا ہے، تخلیقی عمل کے ذریعہ اس کی دنیا پر غلبہ:اس کی عبادت عظیم آرٹیفکٹ نہیں انسان، ذیلی تخلیق کار، ریفریکٹڈ لائٹس کے ذریعے ایک سفید فام سے الگ ہوتا ہے۔ بہت سے رنگوں تک، اور لامتناہی مشترکہ]

انھوں نے یہ تصور پیش کیا کہ انسان ثانوی خالق "Sub-Creator" ہے۔ یعنی خدا کی تخلیق کے اندر رہتے ہوئے وہ اپنی تخلیقی صلاحیت سے ایک دنیا بناتا ہے اور یہ secondary عمل خود ایک مقدس اوربامعنی سرگرمی ہے ۔ ان کے نزدیک تخیل (imagination) سچائی کے خلاف نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اسی مکالمے کے بعد ٹولکن نے اپنی مشہور نظم mythopoeia لکھی جو دراصل Lewis کے خیالات اوراعتراضات کا جواب تھی ۔ اس نظم میں انھوں نے یہ واضح کیا کہ اساطیر انسانی ذہن کی محض فریب کاری نہیں بلکہ الہامی حقیقت Divine Truth کی جھلک ہے ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس گفتگو کا لوئس پر گہرا اثر ہوا اور وہ بھی آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ اساطیر میں واقعی سچائیاں موجود ہوتی ہیں ۔ یہ تبدیلی بعد میں ان کی مذہبی اور ادبی افکار میں نمایاں نظر آتی ہے ۔ یوں اس مکالمے نے متھوپیا کو ایک تخلیقی و فکری نظریہ بنایا ۔ myth اور Truth کے تعلق کو نئی جہت بخشی اور جدید فینٹسی ادب کی بنیادیں استوار کیں۔ جہاں تک فارسی ادب میں متھوپیا کے برتاؤ کا تعلق ہے تو اس کا عملی اظہار باقاعدہ نظری اصطلاح کے تحت نہیں بلکہ ایک تخلیقی روایت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جہاں شاعر اور ادیب اساطیری ، روحانی اور تہذیبی عناصر کو نئے معنوی نظام میں ڈھالتے ہیں۔ فردوسی کی شاہنامہ ایک مکمل قومی اساطیری کائنات تخلیق کرتی ہے۔ جس میں تاریخی و دیو مالائی عناصر مل کر ایرانی ساخت کا ایک mythopoeic بیانیہ تشکیل دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی ، حدیقہ حکیم سنائی اورعطار نیشاپوری کی منطق الطیراورمصیبت نامہ میں روحانی سفر، تمثیلی کرداراورباطنی حقیقتیں ایک ایسی اساطیری ساخت بناتی ہے ۔ جو ظاہری دنیا سے ماورا ایک معنوی کائنات کو آشکار کرتی ہے ۔ ان متون میں پیش کردہ کردار محض افراد نہیں رہتے بلکہ اعلیٰ روحانی نمونے (آرکی ٹائپس) بن جاتے ہیں ، جبکہ زمان و مکان ایک مقدس اورعلامتی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ مثنوی معنوی مولانا و منطق الطیرعطار نیشابوری نشان دہندہ استفادہ ہوشمندانہ این دو عارف بزرگ از نمادہا، داستان ہای کہن و عناصر اساطیری برای بیان حقایق عمیق عرفانی است. اگرچہ ہر دو در سنت عرفانی ایرانی-اسلامی جای دارند،،"مثنوی معنوی اور منطق الطیر اس بات کی روشن مثالیں ہیں کہ ان دونوں عظیم صوفی بزرگوں نے عرفانی حقائق کے عمیق بیان کے لیے علامتوں، قدیم حکایات اوراساطیری عناصر سے نہایت حکیمانہ انداز میں استفادہ کیا۔ اگرچہ دونوں کا تعلق ایرانی ۔ اسلامی عرفانی روایت سے ہے۔

یوں فارسی ادب میں متھوپیا ایک ایسے تخلیقی عمل کے طور پرظاہر ہوتا ہے جو تاریخ، عقیدہ اور تخیل کو یکجا کرکے ایک متوازن اساطیری نظام تشکیل دیتا ہے جس کی نظری تقسیم کو بعد ازاں آر آر ٹولکن نے اپنے مضمون On Fairy - Stories میں واضح کیا۔اگرہم اقبال کے فکری نظام کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس افق پر فلسفہ ، تصوف ، سائنس ، شاعری اوراساطیر جیسے بڑے شعبہ ہائے علوم جہاں اپنا اپنا رنگ رکھتے ہیں، ایک مقام پرآکر سب ایک وحدت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ جس کے تمام سوتے اسلامی فکر و تہذیب سے پھوٹتے ہیں مگراس کے باوجود ایک نئے فکری جہان کے قیام کا مظہر بھی ہیں۔ بالخصوص ان کی فارسی تصنیف " جاوید نامہ کو متھوپیا کی اصطلاح کے تحت دیکھا جائے تو اس

کی فضا ۔ جغرافیہ، کردار اور فلسفہ فکر ۔ باوجود اس کے کہ اسلامی روایت و تہذیب سے جڑے ہوئے ہیں مگر اصل میں ایک مکمل اساطیر بناتے نظر آتے ہیں ۔ تمام عناصر (جغرافیہ، ماحول، کردار، فلسفہ) کو متوازی اساطیری نظام Parallel mythological system کے تحت دیکھنا فکر اقبال کی تفہیم کا ایک نیا باب بن سکتا ہے۔ جاوید نامہ کے ذکر کے ساتھ ذہن فوراً مولانا جلال الدین رومی کی طرف مائل ہو جاتا ہے جہاں ورجل کی ڈیوائن کامیڈی کے طرز پر علامہ اقبال اپنے مرشد کی رہنمائی میں عالم ملکوت کی سیر کو نکلتا ہے۔

جاوید نامہ کو جے آر آر ٹولکن کے اخذ کردہ میتھوپیائی عناصر کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ایک مکمل ثانوی کائنات کے طور پر نظر آتی ہے ۔ جس میں داخلی ربط، علامتی جغرافیہ اساطیری کرداراورایک واضح فکری و اخلاقی وژن موجود ہے ۔ تاہم اقبال کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ محض ایک خیالی دنیا تخلیق نہیں کرتے بلکہ اسلامی اور روحانی و تہذیبی روایت کو ایک نئے اساطیری نظام میں ڈھال کر اسے معنوی تجدد عطا کرتے ہیں ۔ اس طرح جاوید نامہ محض ایک شعری تصنیف نہیں بلکہ ایک متوازی اساطیری کائنات Parallel mythological Cosmic بن جاتی ہے۔ جہاں کائنات انسان اور حقیقت کے باہمی ربط کو ایک تخلیقی اورفکری وحدت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی وہ زاویہ نظر ہے جس کے تحت زیر نظر مضمون میں ان عناصر کو جاوید نامہ کے متن میں تلاش اور تحلیل کیا جاسکتا ہے۔ ٹولکن کے نزدیک میتھوپیا کی بنیاد ایک ایسی ثانوی دنیا Secondary world کی تخلیق ہے جو اپنی داخلی صداقت رکھتی ہو۔ "جاوید نامہ" میں :

- اقبال ایک فکری و ملکوتی کائنات تشکیل دیتے ہیں
- یہ دنیا زمین سے ماورا ہونے کے باوجود انسانی تجربے سے جڑی ہوئی ہے
- یہاں افلاک ، سیارے اور مختلف مقامات ایک مکمل Mythical cosmos بناتے ہیں

علامہ اقبال زبور عجم میں شامل ایک کلام کو جاوید نامہ کے دیباچہ میں شامل کرتے ہیں:

خیال من بہ تماشای آسمان بود است
بدوش ماہ بہ آغوش کہکشان بود است
گمان مبر کہ ہمین خاکدان نشیمن ماست
کہ ہر ستارہ جہان است یا جہان بود است (۴)

ترجمہ:

[ میرا خیال آسمانوں کی سیر میں مصروف تھا (اور دورانِ سفرمیں) وہ کبھی چاند کے کندھے پر اور کبھی کہکشاں کی آغوش میں تھا۔یہی دنیا ہمارا مسکن ہے کیوں کہ ہر ستارہ یا تو دنیا ہے یا وہ دنیا رہ چکی ہے )

اقبال کے ان فارسی اشعار میں ایک ایسے جہان کی تخلیق کی طرف اشارہ ملتا ہے جو محض مادی کائنات کا عکس نہیں بلکہ ایک تخلیقی اوروحانی جغرافیہ رکھتا ہے ۔ شاعر جب نئے آسمان ۔ نئی روشنی اور نئے چاند کی بات کی کرتا ہے تو وہ دراصل قاری کو ایک ایسے میتھوپئیک سپیس

Mythopoetic Spaceمیں داخل کرتا ہے جہاں زمان ومکان کی روایتی حدود ٹوٹ جاتی ہیں۔ یہ جغرافیہ نقشوں میں موجود نہیں بلکہ تخیل، وجدان اور روحانی تجربات کے فیض سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اقبال یہاں ایک ایسے کائناتی سفر کی بنیاد رکھتے ہیں جس میں سیارے، افلاک اور ارواح ایک نئے اور علامتی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یوں یہ دنیا حقیقی نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی داخلی منطق اور معنویت کے باعث ایک جہانِ ممکن (possible world) کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

جاوید نامہ کے ابتدائی حصہ میں زروان آتا ہے۔ اپنا تعارف شاعر سے کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ میں روحِ زمان ہوں اور دنیا پر میرا تسلط قائم ہے پوری دنیا میرے سحر کے زیر اثر ہے اور میری ہر سانس اسے مزید بوڑھا کررہی ہے۔ یہ کردار در اصل وقت ہے اور اس کے خطاب میں ایسی طاقت ہے۔ بقول اقبال:

گفت «زروانم جہان را قاہرم    ہم نہانم از نگہ ہم ظاہرم
در نگاہ او ندانم چہ بود    از نگاہم این کہن عالم ربود
یا نگاہم بر دگر عالم گشود    یا دگرگون شد ہمان عالم کہ بود
مردم اندر کائنات رنگ و بو    زادم اندر عالم بی ہای و ہو
رشتۂ من زان کہن عالم گسست    یک جہان تازہ ئی آمد بدست
از زیان عالمی جانم تپید    تا دگر عالم ز خاکم بر دمید(۳)

ترجمہ:

[وہ کہنے لگا میں زروان ہوں اور اس جہان پر میں قاہر یعنی مسلط ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی نگاہ میں کیا تھا، اس نے میری نگاہ سے یہ پرانا جہان اچک لیا( میں اس دنیا کو جو نجانے کب سے چلی آرہی ہے بھول گیا)، یا تو میری نگاہ کسی اور جہان پر کھل گئی یا وہی جہان کہ جو تھا کچھ اور ہو گیا۔ میں اس رنگ و بو کے جہان میں مر گیا اور ایک ہائے و ہو کے بغیر جو جہان تھا اس میں پیدا ہوگیا، میرا رشتہ اس پرانی دنیا سے ٹوٹ گیا اور ایک نیا جہان میرے ہاتھ آگیا۔ اس جہان کے نقصان سے یعنی کھو جانے سے میری جان تڑپنے لگی یہاں تک کہ میری خاک اسے ایک نیا جہان پیدا ہوا۔]

اس تناظر میں جاوید نامہ کا جغرافیہ متھوپیا کے اصول کے عین مطابق ایک خود مختار تخلیقی کائنات بن جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دنیا خارجی حقیقت میں موجود نہیں، مگر اس کے اندر ایک مضبوط ساخت، سفر کا تسلسل اور مختلف مقامات (افلاک، سیارے، ملکوتی کردار) ایک باقاعدہ جغرافیائی ترتیب پیدا کرتے ہیں۔ یہ جغرافیہ دراصل خارجی دنیا کا متبادل نہیں بلکہ اس کی تعبیر نو ہے۔ ایک ایسا فکری و روحانی نقشہ جس میں انسان اپنی حقیقت، تقدیر اور کائنات کے اسرار کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے۔ یوں اقبال کا تخلیق کردہ یہ جہان غیر مرئی ہونے کے باوجود ایک مکمل اور بامعنی کائنات کے طور پر سامنے آتا ہے جو میتھوپیا کی روح کے عین مطابق ایک نئی دنیا کی تشکیل ہے۔

جغرافیہ کے بعد اگر ہم جاوید نامہ کے کرداروں (زرتشت ،زروان ، سروش ، جہاں دوست ، ساحرہ ،پیغمبر، مسیح، ابلیس ، بھرتری ہری ، حوریں اور سلاطین) کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس فکری و جمالیاتی ساخت میں کردار محض بیانیہ عناصر نہیں بلکہ ایک مکمل میتھوپیائی نظام کی تشکیل کے بنیادی ستون ہیں ۔ اقبال نے اس کتاب میں ایسے کردارمتعارف کروائے ہیں جواپنی ظاہری شناخت سے کہیں زیادہ وسیع علامتی اور فکری معنویت رکھتے ہیں۔ یہ کردارانسانی تاریخ ، مذہبی روایت، تہذیبی شناخت اورکائناتی شعور کے مختلف پہلوؤں کو ایک مربوط علامتی فضا میں یکجا کرتے ہیں جہاں ہر شخصیت کسی نہ کسی ازلی حقیقت ، اخلاقی اصول یا انسانی وجود اور مقام کی نمائندہ بن جاتی ہے۔ جاوید نامہ کی دنیا ایک روایتی داستانوی فضا کی بجائے ایک تخلیقی اورمتھوپیائی کائنات کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ اس طرح جاوید نامہ میں توروں کے توسط سے اقبال کی زبان سے یہ نغمہ انسان کے مقام کے ساتھ ساتھ اس کے مقاصد کا تعین کرنے اور اسے اپنی اصل تک رسائی حاصل کرنے میں راہنمائی کرتا ہے ۔

به آدمی نرسیدی ، خدا چه می جوئی — ز خود گریخته ای آشنا چه می جوئی
دگر به شاخ گل آویز و آب و نم درکش — پریده رنگ ز باد صبا چه می جوئی
عیار فقر ز سلطانی و جهانگیری است — سریر جم بطلب، بوریا چه می جوئی
سراغ او ز خیابان لاله می گیرند — نوای خون شدهٔ ما ز ما چه می جوئی
قلندریم و کرامات ما جهان بینی است — ز ما نگاه طلب ، کیمیا چه می جوئی (۴)

ترجمہ:

[ تو تو آدمی تک نہیں پہنچا خدا کیوں ڈھونڈ رہا ہے۔ تو تو خود سے بھاگا ہوا ہے۔ تو آشنا کیا تلاش کرتا ہے۔ پھر پھول کی شاخ سے لٹک اور پانی اور نم جذب کر۔ اُڑے ہوئے رنگ والے تو بادِ صبا میں کیا تلاش کرتا ہے۔ فقر کی کسوٹی سلطانی اور جہاں گیری ہے۔ جمشید کا تخت طلب کر بوریا کیا تلاش کرتا ہے۔ اس کا سراغ تو لالہ کی کیاریوں سے لگاتے ہیں۔ہماری خون شدہ نوا کو ہم سے کیا ڈھونڈتا ہے۔ ہم قلندر ہیں ہماری کرامات جہاں بینی ہے۔ مجھ سے نگاہ طلب کر کیمیا کیا تلاش کرتا ہے۔]

اس متھوپیائی دنیا کی تشکیل میں زرتشت، زروان ، سروش، بدھا، پیغمبر، مسیح ، مسافر، ابلیس اور شاعر جیسے کردار مرکزی حیثیت کے حامل ہیں ۔ یہ کردار نہ صرف مختلف تہذیبی و مذہبی تصورات کو ایک مکالماتی فریم میں لاتے ہیں بلکہ قاری کے شعور کو بھی ایک بلند ترعلامتی سطح پر منتقل کرتے ہیں ۔ مسافراورشاعر جیسے کردار انسانی تجربے کو حرکت اور تخلیق کے ساتھ جوڑتے ہیں جبکہ سروش اور زروان جیسے کردار کائناتی شعوراورزمان مطلق کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یوں یہ تمام کردار مل کر ایک ایسی متھوپیائی دنیا کو تشکیل دیتے ہیں جو اقبال کے فکری وژن کو ایک جامع ، علامتی اور کثیرالمعنوی نظام میں ڈھال دیتی ہے۔ کیونکہ یہ کردار کسی عام روایتی کہانی کے کردار نہیں بلکہ ایک متھوپیا کے فعال اجزاء ہیں۔ ان کا کام صرف واقعہ بیان کرنا نہیں بلکہ ایک نئی علامتی کائنات Symbolic Lemon تعمیر کرنا ہے۔ بقول اقبال:

گفتند: جہان ما آیا بتو می سازد؟

گفتم: کہ نمی سازد، گفتند: کہ برہم زن(۵)

ترجمہ:

[انھوں نے (قضا و قدر کے فرشتوں نے) مجھ سے پوچھا کہ کیا ہماری دنیا تمھارے مزاج کے موافق ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، انھوں نے مجھ سے کہا پھر اس کو درہم برہم کردو (دوسری دنیا اپنے مزاج کے مطابق بنالو)]

ٹولکن کا کہنا تھا کہ:

> "Fantasy is not a flight from reality but the way to understand it more profoundly" (۶)

ترجمہ:

[خیال آفرینی حقیقت سے فرار نہیں، بلکہ اُسے زیادہ عمیق طور پر سمجھنے کا ایک وسیلہ ہے۔]

یہ اصول اقبال کے جاوید نامہ کے کرداروں میں بالخصوص نظر آتا ہے جو بظاہر رواتی، تہذیبی اور سیاسی پس منظر رکھتے ہیں مگر اصل میں ایک متوازی اساطیر بنانے نظر آتے ہیں:

این گل و لالہ تو گوئی کہ مقیمند ہمہ　　راہ پیما صفت موج نسیمند ہمہ
معنی تازہ کہ جوییم و نیابیم کجاست　　مسجد و مکتب و میخانہ عقیمند ہمہ
حرفی از خویشتن آموز و درآن حرف بسوز　　کہ درین خانقہ بی سوز کلیمند ہمہ(۷)

ترجمہ:

[یہ لالہ اور گلاب کے پھول جن کے متعلق تو کہتا ہے کہ یہ سب مقیم ہیں، یہ موج نسیم کی طرح راستہ چلنے والے ہیں۔ وہ نئے معانی جو کہ ہم ڈھونڈ رہے ہیں اور ہم نہیں پا رہے وہ کہاں ہیں، مسجد، میخانہ، مدرسہ، سب بانجھ ہیں۔ اپنے آپ سے ایک حرف سیکھ اور اس حرف میں جل جا کیوں کہ اس خانقاہ میں سارے کلیم سوز کے بغیر ہیں]

علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں جو کردار چنے ہیں وہ چاہے تاریخی، مذہبی، روحانی یا بذات خود اساطیری ہوں ان میں اکثریت انسانی روپ میں ہیں۔ اقبال کے متصوفیانی نظریے کے تحت ہیں۔ ان کے ہاں برترین مقام انسان کو حاصل ہے۔

برتر از گردون مقام آدم است
اصل تہذیب، احترام آدم است (۸)

ترجمہ:

[آدم کا مقام آسمان سے بلند ہے، تہذیب کی اصل آدم کا احترام ہے۔]

اورانسان ہی کو جس بلندی پراقبال دیکھتے ہیں یا دیکھنا چاہتے ہیں اس کے لیے انھیں اپنے ان کرداروں کو اساطیری لباس پہنانا پڑتا ہے وہ اس انسان کی تعریف فرشتوں کی زبانی یوں کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فروغ مشت خاک از نوریان افزون شود روزی | زمین ازکوکب تقدیر او گردون شود روزی |
| خیال او کہ از سیل حوادث پرورش گیرد | زگرداب سپہر نیلگون بیرون شود روزی |
| یکی در معنی آدم نگر از ما چہ می پرسی | ہنوز اندر طبیعت می خلد موزون شود روزی |
| چنان موزون شود این پیش پا افتادہ مضمونی | کہ یزدان را دل از تاثیر او پر خون شود روزی(۹) |

ترجمہ:

[ مٹی کی مٹھی یعنی خاکی آدمی کا فروغ ایک دن فرشتوں سے بڑھ جائے گا۔ اس کی تقدیر سے زمین آسمان ہوجائے گی۔ اس کا یعنی آدمی خاکی کا خیال جو حوادث کے سیلاب سے پرورش پاتاہے، نیلے آسمان کے بھنور سے ایک دن نکل جائے گا۔ ایک بار آدمی کے معنی یعنی حقیقتِ آدم پر غور کر کے مجھ سے کیا پوچھتاہے، ابھی تک یہ معنی طبیعت میں کھٹک رہے ہیں ایک دن موزوں ہو جائیں گے۔ یعنی شعر میں ڈھل جائیں گے، مراد ہے آدمی خارجی وجود پالے گا۔]

## حوالے

۱۔ جے آر آر ٹولکین(J.R.R Tolkien) ، آن فیری اسٹوریز، (On Fairy Stories)، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دسمبر، ۱۹۴۷،
ص: ۱۳

۲۔ اقبال، "کلیاتِ اقبال"، فارسی، ( لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، فروری، ۱۹۷۳)، ص:۸۷۴

۳۔ ایضاً، ص:۶۱۱۔ ۶۱۲

۴۔ ایضاً، ص: ۷۷۵۔۷۷۶

۵۔ ایضاً، ص:۷۴۶

۶۔ جے۔ آر۔ آر۔ ٹولکین، "میتھوپیا"، ص:۱۳

, https://share.google/lV1cRgpYd6QisKgk3 https://bahareadab.com.

۷۔ نسیم، الف ۔د" جاوید نامہ، فارسی و اردو ترجمہ"، تقسیم کار شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، اردو بازار لاہور( لاہور:صدیق پبلی کیشنز، سن ندارد)، ص:۱۲۱

۸۔ ایضاً، ص: ۹۵

۹۔ ایضاً، ص:۲۰

References:

J.R.R. Tolkien, On Fairy Stories, Oxford University Press, December 1947,p. 13

2. Iqbal, "Kaliyat-e-Iqbal", Persian, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, February 1973), p. 478

3. Ibid., pp. 611-612

4. Ibid., pp. 775-776

5. Ibid., p. 467

6. J.R.R. Tolkien, "Mehtopia", p. 13

, https://share.google/IV1cRgpYd6QisKgk3 https://bahareadab.com.

7. Naseem, A.D. "Javid Nama, Persian and Urdu Translation", distributed by Sheikh Muhammad Bashir and Sons, Urdu Bazaar, Lahore (Lahore: Siddiq Publications, no date), p. 121

8. Ibid., p. 95

Ibid., p. 20.9